احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کیلئے

بدھ 25 فروری 2009ء

روزنامہ

ٹیلی فون نمبر 047-6213029 FD-10

الفضل

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

Web: http://www.alfazl.org
Email: editor@alfazl.org

بدھ 25 فروری 2009ء 29 صفر 1430 ہجری 25 تبلیغ 1388 ہش جلد 59-94 نمبر 44

تقویٰ یہاں ہے

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسلام ظاہر کا نام ہے اور ایمان دل میں ہوتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے سینہ کی طرف تین دفعہ اشارہ کیا اور فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔

(مسند احمد۔ حدیث نمبر:11933)

اخلاق عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نورالدین صاحب فرماتے ہیں:۔

تقویٰ

تمام انبیاء کی تعلیم کا خلاصہ تمام نیکیوں کا جامع یہ مبارک کلمہ ہے کہ اتقوا اللّٰہ۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود سے ایک مخلص نے عرض کیا کہ مجھے ایک ہی نصیحت ایسی دے دیں جس سے میری دنیا و دین سنور جائے اور میں ٹوٹا پانے والوں میں سے نہ ہوں فرمایا

''خدا سے ڈر اور سب کچھ کر''

یہ حضور ہی کے الفاظ ہیں جو مجھے یاد ہیں۔

فراست

ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ موجودہ مادی ترقی اور کالجوں کی تعلیم اور اس کا اثر دیکھ دیکھ کر خیال آتا ہے کہ دین کی طرف توجہ کب ہوگی۔ فرمایا وہ زمانہ نزدیک ہے پہلی رات کا چاند سب کو نظر نہیں آیا کرتا۔

نبی کو جو فراست دی جاتی ہے وہ دوسروں کو نہیں دی جاتی حضور نے جب میری بیعت لی تو میرا ہاتھ پہنچے سے پکڑا۔ حالانکہ دوسروں کے ہاتھ اس طرح پکڑتے جیسے مصافحہ کیا جاتا ہے۔ پھر مجھ سے دیر تک بیعت لیتے رہے اور تمام شرائط بیعت کو پڑھوا کر اقرار لیا۔ اس خصوصیت کا علم مجھے اس وقت نہیں ہوا مگر اب یہ بات کھل گئی۔

رات سجدہ میں گزار دی

مومن کو چاہئے کہ عبرت پکڑے اور ہر ایک واقعہ سے جو دیکھے کوئی نہ کوئی نصیحت حاصل کرے۔ ایک دفعہ حضرت اقدس کے مکان کے نزدیک رنڈی کا ناچ ہو رہا تھا۔ آپ نے آدمی بھیج کر دریافت کیا کہ یہ کیا لیتی ہے معلوم ہوا پانچ روپے۔ فرمایا میں (مسیح موعود) نے وہ رات سجدہ ہی میں گزار دی۔ جوں جوں اس کی آواز پہنچتی میں ندامت سے دبا جاتا۔ کہ اللہ اللہ ایک پانچ روپے سی حقیر رقم لے کر یہ خدمت کو ساری رات کھڑی ہے اور ہم جو اپنے مولیٰ کی ہزار ہا نعمتوں سے مستفیض ہو رہے ہیں اور ہر وقت اس کے احسان اور انعامات کی بارش ہوتی رہتی ہے ایسے غافل ہوں۔

(الحکم 28/اکتوبر 1912ء)

یہودی اکابر سر محمد ظفراللہ خان کی اعلیٰ قابلیت سے مرعوب تھے

نوائے وقت کے ایڈیٹر جناب حمید نظامی نے 1954ء میں اپنے غیر ملکی سفر کی ڈائری لکھی جو نوائے وقت سنڈے میگزین 2001ء میں

''خیرہ نہ کرسکا مجھے جلوہ دانش فرنگ''

کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔ آیئے اس کا ایک ورق پڑھتے ہیں:۔

''جناب حمید نظامی 11 مئی 1954ء کے دن کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''صبح آٹھ بجے ہوائی جہاز پیرس سے اڑا اور پونے گیارہ بجے میونخ پہنچا۔ ایک یہودی اس ہوائی جہاز میں ویانا جارہا تھا۔ اس شخص نے بتایا کہ میں سولہ برس پہلے نازیوں کے ظلم وستم سے تنگ آکر ویانا سے بھاگا تھا...... مذکورہ بالا یہودی کوئی یہودی عالم تھا اور سیاسی آدمی۔ چوہدری ظفراللہ خان کی سخت مذمت کرتا تھا۔ مگر ان کی قابلیت کا بے حد مداح تھا۔

وی آنا پریس اسمبلی میں ایک اسرائیلی اخبار کا ایڈیٹر بھی آیا ہوا ہے۔ یہ شخص بھی چوہدری ظفراللہ خان کو برا بھلا کہتا تھا مگر یہ بھی کہتا تھا کہ یو این او کے ممبر عرب ملکوں میں قابلیت کے لحاظ سے کوئی شخص چوہدری ظفراللہ خان کا پاسنگ نہیں''۔

(نوائے وقت سنڈے میگزین 25 فروری 2001ء ص 4)

سپیشلسٹ ڈاکٹرز کی آمد

مکرم ڈاکٹر محمد محمود شیخ صاحب ماہر امراض معدہ وجگر آؤٹ ڈور ایڈمنسٹریشن بلاک، مکرم ڈاکٹر عباس باجوہ صاحب آرتھوپیڈک سرجن آؤٹ ڈور گراؤنڈ فلور، مکرمہ ڈاکٹر آصفہ عباس باجوہ صاحبہ گائناکالوجسٹ آؤٹ ڈور بیگم زبیدہ بانی ونگ میں مورخہ یکم مارچ 2009ء کو مریضوں کا معائنہ کرینگے۔ خواتین کی سہولت کے لئے گائناکالوجسٹ کی پرچی بیگم زبیدہ بانی ونگ سے بنے گی۔ احباب و خواتین ان ڈاکٹرز صاحبان کی خدمات سے استفادہ کیلئے ہسپتال تشریف لائیں اور قبل از وقت اپنی رجسٹریشن کروالیں۔ مزید معلومات کیلئے استقبالیہ ہسپتال سے رجوع فرمائیں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

تعارف کتب

نظام خلافت اور خلافت احمدیہ کے سو سال

نام کتاب: نظام خلافت اور خلافت احمدیہ کے سو سال
نام مصنف: مکرم مبشر احمد خالد صاحب
ناشر: مکرم محمد احمد صاحب و مکرم محمد احسن صاحب
اشاعت: دسمبر 2008ء
صفحات: 466

خلافت احمدیہ خداتعالیٰ کی عطا کردہ نعمت عظمیٰ ہے جس نے احمدیوں کو دنیا میں ایک ممتاز مقام تک پہنچایا ہے۔ 193 ممالک میں پھیلے ہوئے کروڑوں احمدی روزانہ خلافت احمدیہ کی برکتوں سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ خلافت احمدیہ کی سوسالہ جوبلی کے سال میں جماعت احمدیہ نے شکرانہ کے کئی انداز اپنائے۔ دعاؤں، عبادتوں، مالی قربانیوں اور خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کے عہد باندھ کر اس جشن تشکر میں ہر احمدی مرد عورت بچہ بوڑھا اپنی اپنی صلاحیت اور استطاعت کے مطابق شریک کار رہا قوموں کی تاریخ کی امانت کو اگلی نسل تک پہنچانے کے لئے کتب بہترین ذریعہ ہیں۔ چنانچہ خلافت احمدیہ کے سوسالہ شیریں ثمرات و برکات کو کتابی شکل میں آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کرنے کے لئے اس تاریخی اور عہد ساز سال میں بہت سی کتب تحریر کی گئیں۔ انہی میں ایک زیر تبصرہ کتاب ہے۔

مصنف نے اس کتاب کو دس ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ اس میں خلافت کے مقام، اغراض و مقاصد، ضرورت و اہمیت، برکات، نعمت ایزدی اور اطاعت کے متعلق پہلے چار ابواب میں تفصیلی بحث کی ہے اور کئی چھوٹے چھوٹے عنوانات لگا کر مزید وضاحت و تشریح بیان کی گئی ہے۔ پانچویں باب میں خلافت راشدہ پر تاریخی اعتبار سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ چھٹے باب میں خلافت احمدیہ کے قیام اور ابتدائی مشکلات و تکلیفات کا ذکر اور خلافت اولیٰ کی شیریں برکات کے ذکر کے ساتھ ساتھ دوسرے کئی سب ہیڈنگز کے ذریعہ سوسالہ تاریخ پر نظر ڈالی ہے۔ یہ تو یقینی بات ہے کہ سوسال پر پھیلی ہوئی ان برکات کو ایک کتاب میں تو ہرگز نہیں سمویا جا سکتا لہٰذا چیدہ چیدہ واقعات اور منتخب تحریرات کو ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ باب ہفتم میں خلافت احمدیہ کے خلاف اٹھنے والی بعض اندرونی سازشوں کے متعلق بیان ہے۔ باب ہفتم میں خلافت کے سایہ تلے ملنے والی عظیم ترقیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ باب نہم میں خلافت کے متعلق اٹھنے والے بعض اعتراضات وسوالات کے جوابات مفصل دیئے گئے ہیں۔ باب دہم میں 1939ء میں منائی گئی سلور جوبلی کی روداد اور 2008ء میں صد سالہ خلافت جوبلی کی تقریبات کا ذکر ہے اور ساتھ خلافت کے تعلق میں بعض احمدی شعراء کا کلام، خلافت جوبلی دعائیہ منصوبہ، نئی صدی کا عظیم عہد اور آخر میں مآخذ و مصادر بھی دیئے گئے ہیں۔

اس کتاب کے ہر موضوع کو قرآن کریم، احادیث نیز حضرت مسیح موعود اور خلفاء کرام کے ارشادات اور دوسرے علماء اسلاف کی تحریرات سے استفادہ کرتے ہوئے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ ایک مفید کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف اور ساری ٹیم کو اجر عطا کرے۔ خداتعالیٰ تمام احمدیوں کے دلوں میں خلافت کی محبت پیدا کرے۔ نیز ہمیں اور ہماری نسلوں کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے۔ آمین

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

اے دوستو میری آخری نصیحت یہ ہے کہ سب برکتیں خلافت میں ہیں نبوت ایک بیج بوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا میں پھیلا دیتی ہے تم خلافت حقہ کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی برکات سے دنیا کو متمتع کرو تا خداتعالیٰ تم پر رحم کرے اور تم کو اس دنیا میں بھی اونچا کرے اور اس جہاں میں اونچا کرے تا مرگ اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو۔

(روزنامہ الفضل 20 مئی 1950ء)

(ایم۔ آر۔ طاہر)

میں نے معاف کر دیا

1932ء میں محترم خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنی تقریر میں خواجہ صاحب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے فرمایا:-

''اگرچہ خواجہ صاحب نے میری بہت مخالفتیں کیں لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعود کے وقت خدمات بھی کی ہیں اس وجہ سے ان کی موت کی خبر سنتے ہی میں نے کہہ دیا کہ انہوں نے میری جتنی مخالفت کی وہ میں نے سب معاف کی۔ خداتعالیٰ بھی ان کو معاف کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن بندوں کو خداتعالیٰ کھینچ کر اپنے مامورین کے پاس لاتا ہے ان میں ہوسکتا ہے کہ غلطیاں بھی ہوں لیکن خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ ہمیں ان خوبیوں کی قدر کرنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں خلافت کا انکار بڑی خطا ہے خداتعالیٰ نے اسے بڑا گناہ قرار دیا ہے مگر ہمارا جہاں تک تعلق ہے۔ ہمیں معاف کرنا چاہئے خداتعالیٰ کے نزدیک اگر ایسے شخص کی نیکیاں بڑھی ہوئی ہوں گی۔ تو وہ اس سے بہتر سلوک کرے گا۔''

(الفضل یکم جنوری 1933ء)

(مرسلہ: سیکرٹری مجلس نصرت جہاں ربوہ)

داسا بینن میں احمدیہ ہسپتال کی افتتاحی تقریب

محض خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو افریقہ کے دیگر 11 ممالک کے ساتھ ساتھ بینن میں بھی طب کے میدان میں خدمات سرانجام دینے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس سلسلہ میں بینن میں پورٹونووو کے مقام پر پہلا احمدیہ ہسپتال کھولا گیا جس کا آغاز 1999ء میں ہوا جس کے بانی مکرم ڈاکٹر مبارک احمد آغا صاحب تھے جبکہ اس وقت مکرم ڈاکٹر قمر احمد علی صاحب خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا احمدیہ ہسپتال کوٹونو کے مقام پر 2003ء میں تیسرا اپاراکو کے مقام پر 2005ء میں جبکہ چوتھا ٹوئی کے مقام پر 2007ء میں کھولا گیا۔ کچھ نامساعد حالات کے باعث حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدیہ ہسپتال کوٹونو کو داسا منتقل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ احمدیہ ہسپتال کوٹونو سے داسا منتقل کر دیا گیا۔ جس کا افتتاح 7 جنوری 2009ء کو ہوا۔ اس ہسپتال کے بانی ڈاکٹر مکرم عبدالوحید خادم صاحب ہیں۔ جبکہ اس وقت مکرم ڈاکٹر محمود احمد ناصر صاحب خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

افتتاحی تقریب کا آغاز شام 5:00 بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ بعد ازاں تقریب کا تعارف پیش کیا گیا۔ اس کے بعد بعض اہم شخصیات نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

میئر کا پیغام

جناب میئر صاحب نے اپنے نمائندہ کے ذریعہ پیغام بھجوایا کہ ''میرا دل جماعت احمدیہ کے ساتھ ہے اور نیک تمنائیں بھی'' نیز نمائندہ میئر نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ''پہلے تو میرا خیال تھا کہ یہ ہسپتال (۔) کھول رہے ہیں۔ نہ معلوم دوسرے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں۔ لیکن یہاں آ کر آپ کی محبت اور Well Come سے میں بہت خوش ہوں اور مجھے پتہ لگ گیا ہے کہ آپ کی خدمات تمام نسل انسانی پہ محیط ہیں کسی خاص مذہب یا رنگ و نسل کے لئے نہیں۔ میں کل سے ہی جو بھی مسئلہ ہوگا اسی ہسپتال سے علاج کرواؤں گا۔''

چیف آف داسا کی تقریر

چیف صاحب آف داسا نے اپنی تقریر میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں کیا کہ یہ میری بہت بڑی عزت افزائی ہے کہ میں جماعت احمدیہ کی تقریب میں بات کر رہا ہوں۔ میں 2009ء کا سال اپنے لئے بہت بابرکت سمجھتا ہوں کیونکہ اس سال کے شروع میں ہی اس جماعت کے فیض کے دروازے ہم پر کھلنے شروع ہو گئے ہیں۔ اس سال میں ہی ہمارے پاس پانی و بجلی کی سہولت بھی میسر آئی ہے۔ ہم نے احمدیہ ہسپتال کے لئے 3 ہیکٹر کی جو زمین دی ہے اس کے تمام کاغذات بالکل تیار ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سال کے اختتام پر ہم نئے ہسپتال کا افتتاح کریں گے۔

کنگ آف داسا کی تقریر

کنگ آف داسا نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ آپ جو کہتے ہیں پورا کر دکھاتے ہیں۔''

اس تقریب کے صدر محترم رانا فاروق احمد صاحب امیر بینن نے اختتامی تقریر کی جس میں انہوں نے کہا حضرت مسیح موعود کی آمد صرف اور صرف اس لئے تھی کہ بندے کا خدا کے ساتھ گہرا تعلق قائم کروائیں اور اس کی مخلوق کے ساتھ سچی ہمدردی سے پیش آئیں۔ یہی ہمارا کام ہے ہم جہاں روحانی مریضوں کا علاج کرتے ہیں وہاں جسمانی مریضوں کے لئے بھی دارالشفاء کھولتے چلے جا رہے ہیں۔

اس تقریب میں علاقہ کے 30 سے زائد عمائدین نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ مجلس نصرت جہاں بورڈ کے ممبران، ڈاکٹر صاحبان اور مربیان کرام شامل ہوئے۔ تمام معزز مہمانوں کے لئے ریفریشمنٹ کا انتظام بھی کیا گیا۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ اس ہسپتال کو صحیح رنگ میں عوام کی خدمت کرتے ہوئے جماعت کی نیک نامی میں اضافے کا موجب بنائے اور اس کے ڈاکٹر صاحب اور باقی عملہ کو معجزانہ دست شفاء عطا کرے۔ آمین

☆☆☆

خاموش تربیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ بیلجیئم پر مستورات سے خطاب کرتے ہوئے 11 ستمبر 2004ء کو فرمایا:۔

ایک احمدی ماں باپ کو ابرار ہی بننا چاہئے۔ اس میں یہ بھی سبق ہے کہ عورت خاوند کے والدین سے اور خاوند عورت کے والدین سے حسن سلوک کرے۔ دونوں کے حقوق ادا کریں۔ پھر بچوں کے حقوق ادا کریں اور یاد رکھیں کہ بچے بھی آپ کے حقوق اس وقت ادا کریں گے جب آپ والدین کے حقوق ادا کرنے والی ہوں گی۔ مرد بھی، عورت بھی، اپنے والدین کے بھی اور ایک دوسرے کے والدین کے بھی حقوق ادا کرنے والے ہوں گے۔ یہ بھی ایک طرح کی خاموش تربیت ہوگی جو ماں باپ اپنے بچوں کی کرتے ہیں۔

(روزنامہ الفضل 11 جون 2005ء)

(مرسلہ: نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ)

پبلشر و پرنٹر طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ مطبع ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت -/5 روپے

اقوام متحدہ کی قائم کردہ ہنگامی کمیٹی برائے فلسطین میں 7/اکتوبر 1947ء کو

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان قائد پاکستانی وفد کی معرکۃ الآراء تقریر کی رپورٹنگ

یہ تقریر مسئلہ فلسطین پر کی گئی عمدہ ترین تقاریر میں سے تھی۔ ایم ایچ اصفہانی کا قائداعظم کو خط

مسئلہ فلسطین پچھلی صدی سے عالمی منظر نامہ پر بہت بڑا سوالیہ نشان بنا ہوا ہے۔ فلسطین کے حالات کسی وقت بھی ایک ایسی تباہی کی طرف لے جاسکتے ہیں جو تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ اگر اس مسئلہ کو انصاف کی بنیاد پر فلسطینیوں کی مرضی کے مطابق حل نہ کیا گیا تو فلسطین میں ہونے والی مسلسل خون ریزی بند ہونے کی امید کرنا محال ہے۔ غزہ میں ہونے والی حالیہ جنگ جس میں سینکڑوں فلسطینی مرد۔ عورتیں اور بچے نہایت ظالمانہ طریق سے ہلاک کر دیئے گئے اس کی تازہ مثال ہے۔ اس مسئلہ کی حقیقت جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس مسئلہ کی بنیاد کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اُن بے انتہاء ناانصافیوں کا جائزہ لیں جس کے نتیجہ میں فلسطینیوں کے وطن کو اقوام متحدہ کی ایک نہایت ظالمانہ قرارداد کے ذریعے تقسیم کر دیا گیا۔

ہماری موجودہ نسل میں بہت سے اس سنگین مسئلہ کے پس منظر سے پورے طور پر واقف نہیں ہیں۔ ان کے لئے ذیل میں اقوام متحدہ کی سپیشل ہنگامی کمیٹی جو 1947 میں تشکیل دی گئی تھی کے سامنے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی مسئلہ فلسطین کے موضوع پر تقریر کی رپورٹنگ پیش ہے۔ یہ رپورٹنگ اقوام متحدہ کے ریکارڈ میں انگریزی اور فرنچ زبانوں میں موجود ہے۔ یہ تقریر پاکستان کو اقوام متحدہ میں نمائندگی ملنے کے چند ہی روز بعد کی گئی۔ اس تقریر نے اقوام متحدہ کے ایوانوں میں جو ارتعاش پیدا کیا اُس کی جھلک مسٹر ایم ایچ اصفہانی کے خطوط میں ملتی ہے جو اُنہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں 14-15 اکتوبر 1947 کو تحریر کئے تھے۔ ان خطوط میں اُنہوں نے لکھا کہ:

"Sir Muhammad Zafrullah Khan delivered one of finest speeches heard in the United Nations on Palestine question". (14/10/1947)

سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی مسئلہ فلسطین کے موضوع پر تقریر اقوام متحدہ میں اس موضوع پر کی گئی عمدہ ترین تقاریر میں سے تھی۔

"Sir Zafrullah has made a big hit over the Palestine case and has put Pakistan in the front row. (15/10/1947)

یعنی سر ظفر اللہ خان نے فلسطین کے مسئلہ پر بہت زوردار تقریر کی جس کے نتیجہ میں اُنہوں نے پاکستان کو صف اوّل میں لا کھڑا کیا ہے۔ (مترجم)

میٹنگ 1:35 بجے دوپہر ختم ہوئی

ساتویں میٹنگ

لیک سیکسس۔ نیویارک

بروز منگل، 7/اکتوبر 1947 بوقت 11 بجے صبح صدارت کے فرائض مکرم پرنس سبھا سواستی سواستیوت (سیام) نے ادا کیے۔

ان تین سوالات پر عام بحث جو جنرل اسمبلی نے کمیٹی کو بھجوائے تھے۔ (جاری ہے)

سر محمد ظفر اللہ خان صاحب (پاکستان) نے بیان کیا کہ باوجودیکہ مسئلہ فلسطین پر مختلف کمیشن غوروخوض کر چکے ہیں مگر تیس سال گذرنے پر بھی یہ مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا۔ پاکستانی وفد کا خیال ہے کہ اس مسئلہ کے بنیادی تاریخی خدوخال کافی واضح ہیں اور ان پر نظر ثانی کی چنداں ضرورت نہیں۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے یوراگوئے کے نمائندہ کے اس بیان پر حیرت کا اظہار کیا جو انہوں نے چھٹی میٹنگ میں دیا تھا کہ ”جب عربوں کے فلسطین میں داخلے پر کوئی پابندی نہیں ہے تو پھر یہودیوں کے داخلہ پر پابندیاں کیوں ہیں؟“ یہ موصوف حال ہی میں ایک سپیشل کمیٹی کے ساتھ فلسطین کا تفصیلی جائزہ لے کر لوٹے ہیں۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ عربوں کا داخلہ کبھی بھی پابندیوں سے آزاد نہیں رہا اور انھوں نے اس کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ صرف یہودیوں کو 1500 کی تعداد میں ہر ماہ داخلہ کا کوٹہ دیا گیا تھا جبکہ یہ کوٹہ عربوں اور باقی ساری قومیتوں کیلئے صرف 100 افراد فی مہینہ تھا۔

پاکستانی وفد کا خیال تھا کہ اگر مسئلہ فلسطین کے پس منظر میں موجود عناصر کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات کمیٹی کیلئے بہت سودمند ہوگی۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب تاریخ کو کھنگالتے ہوئے ان واقعات کو سامنے لے کر آئے جو فلسطین سے متعلق تھے اور اس وقت سے تعلق رکھتے تھے جب پہلی جنگ عظیم میں ترکی جرمنی کا حمایتی بن کر سامنے آیا۔ اتحادیوں کی پوزیشن اور اس سے بڑھ کر تاج برطانیہ کی پوزیشن مشرق وسطیٰ میں خطرے میں پڑ چکی تھی۔ اس وقت حکومت برطانیہ نے ”شریف مکہ“ کو جو کہ بعد میں شاہ حسین بن گئے بعض تجاویز پیش کیں۔ ان کے جواب میں شاہ حسین نے اس بات کے وعدہ کا مطالبہ کیا کہ عرب اس شرط پر اتحادیوں کا ساتھ دیں گے اگر انہیں ترکی کے تسلط ختم ہونے کے بعد معین حدود کے اندر مکمل خودمختاری دے دی جائے۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے گورنمنٹ برطانیہ نے اس کا جو جواب دیا اس کے حوالہ سے فرمایا کہ یہ جواب بذات خود برطانیہ کی ڈپلومیسی (تعلقات عامہ) کے بارہ میں واضح شکوک پیدا کرتا ہے۔ برطانیہ نے جواب دیا تھا کہ چونکہ یہ علاقے اس وقت ترکی حکومت کے زیر نگیں تھے اس لیے معین حدود کا سوال بے محل ہے۔ مزید مذاکرات کے بعد حکومت برطانیہ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ سرحدوں کو اس شرط پر طے کر لیا جائے کہ Mersinias اور اسکندریہ کے علاقے جو کہ ان کے نزدیک عرب نہیں تھے وہ اس میں سے نکال دیئے جائیں نیز عدن اور خلیج فارس کے وہ علاقے بھی جو برطانیہ کے لیے خاص دلچسپی والے علاقے تھے وہ بھی اس میں سے نکال دیئے جائیں۔ برطانیہ نے شام کے ان علاقوں کے نکالنے کی بھی تجویز دی جو دمشق سے مغرب کی طرف واقع ہیں، جن میں Homs, Hama, Aleppo شامل ہیں۔ ان علاقوں میں برطانیہ کے اتحادی فرانس کے مفادات تھے اور ان کے نزدیک ان علاقوں کی اکثریت بھی غیر عرب تھی۔ شاہ حسین نے اتحادیوں کے درمیان کسی ناخوشگوار صورتحال سے بچنے کے لئے ان شرائط کو تسلیم کر لیا۔ تاہم ان شرائط کو تسلیم کرتے ہوئے انھوں یہ بیان کہ یہ علاقے اصل میں غیر عرب ہیں کو غلط قرار دیا کیونکہ ان علاقوں کی مسلمان اور عیسائی آبادی دونوں ہی اصل میں عرب ہیں۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ فلسطین میں کبھی بھی مسلمان اور عیسائی آبادی کے مابین ان کے عرب ہونے کے لحاظ سے کوئی تمیز نہیں کی گئی۔ انھوں نے جن حقائق کی نشاندہی کی ان سے بغیر کسی شبہ کے واضح ہوتا ہے کہ ملک کا وہ حصہ جو اب فلسطین کہلاتا ہے وہ عرب خودمختاری کے اس معاہدہ کے تحت آتا ہے جو کہ حکومت برطانیہ نے شاہ حسین سے کیا تھا۔ اب اس واقعہ کے بعد یہ کہنا بددیانتی ہوگی کہ حکومت برطانیہ کے نزدیک فلسطین کا علاقہ اس معاہدے سے باہر تھا۔

Balfour اعلامیہ جو اس کے بعد آیا وہ بے حقیقت تھا کیونکہ وہ شاہ حسین کے حوالہ کے بغیر جاری کیا گیا تھا اور وہ حکومت برطانیہ کے شاہ حسین کے ساتھ عربوں کے خودمختاری کے معاہدہ کے سراسر خلاف تھا۔ اور شاہ حسین نے بھی حکومت برطانیہ سے اس سلسلہ میں احتجاج کیا تھا۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے Hogarth کے پیغام کا حوالہ دیا جو اس وقت کی برطانوی حکومت نے شاہ حسین کو بھیجا تھا کہ ساری دنیا کے یہودیوں کی رائے یہ ہے کہ وہ فلسطین میں واپس آئیں اور حکومت برطانیہ ان کی اس خواہش کو احترام کی نظر سے دیکھتی ہے اور یہ فیصلہ کرتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے موجودہ آبادی کی اقتصادی اور سیاسی آزادی کو مجروح کیے بغیر اس راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔ Balfour اعلامیہ کی یہ وضاحت جو سرکاری طور پر شاہ حسین اور عربوں کو دی گئی اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے جواب میں شاہ حسین اس بات پر متفق ہو گئے کہ جہاں تک Balfour اعلامیہ کے اس مقصد کا تعلق ہے کہ ستم زدہ یہودیوں کو پناہ دی جائے تو اس سلسلہ میں وہ اپنا پورا اثرورسوخ استعمال کریں گے اور اس مقصد کو آگے بڑھائیں گے لیکن انہوں نے یہ بات بھی واضح کر دی تھی کہ عرب اپنی خودمختاری پر کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ کمانڈر Hogarth نے ان کے یہ خیالات حکومت برطانیہ کو پہنچا دیئے تھے۔ یقیناً اس سے یہ استنباط ہرگز نہیں کیا جاسکتا کہ شاہ حسین فلسطین اور اس کے ساتھ مزید عرب علاقہ بھی یہودیوں کے سیاسی اقتدار میں دینے پر متفق ہو گئے تھے۔ شاہ حسین نے اپنا عاہدہ پورا کیا اور 23 مارچ 1918 کو انہوں نے اپنے ایک سرکاری اعلامیہ میں اپنے ساتھ کے عرب راہنماؤں سے اپیل کی تھی کہ یہودیوں کے فلسطین اور دوسری عرب ریاستوں میں داخلہ کو آسان بنایا جائے تاکہ انہیں پناہ دینے کا مسئلہ حل کیا جاسکے۔

سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس کے مقابل پر برطانیہ اور فرانس کے ایک خفیہ معاہدہ کا جو Sykes

Picot معاہدہ کہلاتا ہے کا ذکر کیا اور انہوں نے Declaration to the Seven کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بتایا کہ حکومت برطانیہ یہ عہد کر چکی تھی کہ وہ فلسطین کے عربوں کیلئے آزادی اور خودمختاری حاصل کرے نیز یہ کہ ان کی مرضی کے مطابق وہاں حکومت قائم ہو۔ 1918 میں جنرل Allenby نے امیر فیصل کو بتایا کہ وہ (اتحادی) اس کے پابند ہیں کہ اس مسئلہ کو متعلقہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق حل کیا جائے۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ اتحادیوں کی نیک نیتی پر اعتبار کیا جائے۔ گزشتہ بیس سال اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اتحادیوں نے کیسے اپنی نیک نیتی اور اخلاقی فرض کا پاس کیا ہے۔ Anglo French اعلامیہ جو اس کے بعد آیا اور جو شام اور فلسطین میں خوب نشر کیا گیا میں اس بات کا وعدہ کیا گیا تھا کہ عربوں کی مکمل آزادی کے عمل کو یقینی بنایا جائے گا نیز عربوں کی قومی حکومت اور انتظامیہ کو مقامی آبادی کی آزادانہ رائے دہندگی کی بنیاد پر قائم کیا جائے گا۔

پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر کنگ کرین کمیشن، جو شام اور فلسطین گیا تھا، نے صیہونیت کے بارہ میں رپورٹ دی تھی۔ اگرچہ یہ مشن پہلے ہی صیہونیت کے حق میں تھا۔ تاہم فلسطین کے زمینی حقائق اور اتحادیوں کے اعلان کردہ اصول جو شامیوں نے تسلیم کیے تھے کی بنیاد پر اس کمیشن نے کچھ سفارشات کیں کہ صیہونی پروگرام میں بنیادی تبدیلیاں لانا ضروری ہیں۔ کمیشن نے یہ تجویز کیا کہ اس پروگرام پر عمل کو کم کیا جانا چاہئے اور یہودیوں کا داخلہ محدود کر دینا چاہئے اور یہ کہ اس خیال کو ترک کر دینا چاہئے کہ فلسطین کو یہودی ریاست بنا دیا جائے۔

اس دور کی دستاویزات کا مطالعہ کیا جائے تو اس شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ حکومت برطانیہ نے شاہ حسین سے واضح معاہدہ کیا تھا اور اس کے ذریعہ انھوں نے تمام عرب دنیا سے معاہدہ کیا تھا کہ تمام عربوں بشمول فلسطین میں موجود عربوں کو مکمل خودمختاری اور آزادی جنگ کے اختتام کے بعد دے دی جائے گی اور ان تمام ریاستوں میں مقامی باشندوں کی مرضی اور آزاد رائے کے مطابق حکومتیں قائم کی جائیں گی۔

مسئلہ کی بنیاد یہ ہے کہ Balfour اعلامیہ کی تعبیر یہودی ایک طرح کرتے تھے جبکہ حکومت برطانیہ دوسری طرح کرتی تھی۔ عربوں کو برطانوی تعبیر پہنچائی گئی تھی۔ جس کے نتیجہ میں قدرتی طور پر فلسطین میں ایک سنگین مسئلہ پیدا ہو گیا۔ 1937 کے Peel کمیشن نے اس کا حل تقسیم فلسطین کو پیش کیا جبکہ Woodhead کمیشن نے تقسیم کو ناقابل عمل قرار دیا۔ جس کے بعد اس تجویز کو ترک کر دیا گیا۔

1939 میں فلسطینی عربوں اور لندن کی یہودی ایجنسی کے درمیان معاہدہ کی ناکام کوشش کے بعد حکومت برطانیہ نے ایک وائٹ پیپر جاری کیا جس میں تاج برطانیہ کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت اگلے دس سالوں میں آزاد فلسطین ریاست کے قیام کا تصور پیش کیا گیا تھا۔ اس کی رو سے آبادی کے دونوں حصے حکومتی مشینری میں شامل ہوں گے۔ یہودیوں کی امیگریشن (داخلہ) کے حوالے سے پانچ سالوں میں 75 ہزار یہودیوں کو قبول کیا جائے گا۔ لیکن اس تعداد میں پہلے سے موجود غیر قانونی یہودی مہاجرین بھی شامل ہوں گے۔ پانچ سالوں کے بعد مزید یہودیوں کا داخلہ عربوں کی مرضی پر منحصر ہوگا۔ عربوں کی زمینوں کو یہودیوں کے ہاتھوں میں منتقل کرنے سے روکنے کیلئے قوانین تجویز کیے گئے۔ اگر ان تجاویز پر عمل کیا جاتا تو 1949 میں فلسطین ایک آزاد خودمختار ریاست ہوتا اور آج عرب کسی چیز کا مطالبہ نہ کر رہے ہوتے۔

سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ذاتی تجربہ کی بناء پر بعض ایسی مثالیں پیش کیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت برطانیہ نے یہودیوں کے غیر قانونی داخلہ اور یہودیوں کے عربوں کی زمینوں کی خریداری کے حوالے سے یہودیوں کے حق میں جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں قواعد وضوابط کی مسلسل خلاف ورزی کی گئی لیکن انتظامیہ نے اس بارہ میں کوئی ایکشن نہیں لیا۔

حکومت برطانیہ مسئلہ فلسطین کو اقوام متحدہ میں لے کر آئی ہے۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے عربوں کے ساتھ کئے جانے والے معاہدات پیش کیے لیکن ان کی رائے میں اگر کوئی معاہدہ نہ بھی کیا جاتا تو بھی صورتحال اس سے کسی طرح مختلف نہ ہوتی۔ اتحادیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ پہلی جنگ عظیم کے بعد جغرافیائی وسعت نہیں چاہتے اور یہ کہ ہر قوم کو اس کے حق خودارادی کا پورا اختیار دیا جائے گا۔ اس مقصد سے وعدے کیے گئے اور حقیقت میں باہمی Bargain کیے گئے۔ عربوں نے اپنے حصہ کا معاہدہ پورا کیا اور یہ ان کا استحقاق تھا کہ دوسری طرف سے بھی معاہدہ پورا کیا جائے۔ یقیناً Balfour اعلامیہ ان وعدوں کی کھلی کھلی خلاف ورزی تھی۔ اس کی جو تشریح یہودی کرتے ہیں اس کا کوئی جواز نہیں ہے نہ ہی mandate میں اسے شامل کرنے کا کوئی جواز ہے۔

یورپ میں سامیوں (یہود) کے خلاف تحریک نے بھی مسئلہ فلسطین میں پیچیدگیاں پیدا کی ہیں۔ پاکستانی وفد کو اس ظلم وستم اور مصائب کے شکار لوگوں سے پوری ہمدردی ہے لیکن ان کے نزدیک یہ ایک انسانی ہمدردی کا مسئلہ تھا جسے فلسطینیوں کے حقوق پر اثر انداز نہیں ہونا چاہئے تھا اور اسے ایک عالمی مسئلہ کے طور پر حل کیا جانا چاہئے تھا۔ جہاں تک ستم زدہ یہودیوں کی مدد کا سوال ہے تو فلسطین پہلے ہی 5 لاکھ یہودیوں کو اس ملک میں سمو کر اپنے حصہ سے بہت زیادہ کر چکا ہے۔ فوری مسئلہ مہاجر کیمپوں میں موجود اڑھائی لاکھ یہودیوں کی مدد کا ہے۔ بہت سے ممالک مثلاً روس، کینیڈا، برازیل نے دل کھول کر ایک خاص تعداد میں ان کی امیگریشن کی پیشکش کی ہے۔ کمیٹی نے چھٹی میٹنگ میں یوراگوئے کے نمائندہ کی انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اپیل سنی کہ 30 ہزار یہودی بچوں اور حاملہ خواتین کو جو مہاجر کیمپوں میں ہیں فلسطین میں منتقل کیا جائے۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے معاملہ کی عجلت کو تسلیم کیا لیکن ان کی رائے میں ان بے گھر افراد کو ان ریاستوں میں جذب کرنا چاہئے جہاں پہلے سے اچھے اور خوشحال یہودی آبادی موجود ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ فلسطین میں داخلے کا انتظار کرتے رہیں۔

سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے کمیٹی کو ان اصولوں پر غور کی دعوت دی جن سے اسے راہنمائی لینی چاہئے۔ انہوں نے ان اصولوں کا حوالہ دیا جو اٹلانٹک چارٹر میں بیان کئے گئے ہیں نیز جن کو کچھ اور اصولوں کے ساتھ اقوام متحدہ کے چارٹر میں شامل کیا گیا ہے۔ انہوں نے چارٹر کے آرٹیکل 1 اور 2 کا حوالہ دیا نیز ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی خارجہ پالیسی کا وہ اعلامیہ پیش کیا جو صدر ٹرومین نے 27/ اکتوبر 1945 کو پیش کیا تھا۔ جس میں امریکہ کی خارجہ پالیسی کے چھ بنیادی آرٹیکل شامل ہیں۔ یہ ایک عالمی سطح پر مسلمہ حقیقت ہے کہ فلسطین آزادی کے لئے تیار ہے۔ اس لئے فلسطین کو وہاں کے مقامی باشندوں کی خواہشات کے مطابق آزادی دی جانی ضروری ہے۔ وہ اصول و ضوابط بہت صاف اور سیدھے ہیں اور کمیٹی کا یہ فرض ہے کہ وہ ان اصولوں کے مطابق اس مسئلہ کو حل کرے۔ فلسطین کا مسئلہ نسبتاً چھوٹے علاقے سے متعلق ہے اور صرف دو ملین افراد اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ شدید اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے منصفانہ حل کیلئے مضبوط ارادہ اور جرات کی ضرورت ہے۔ اگر وہ حل سامنے آ گیا تو پھر ہی اقوام متحدہ اپنے آپ کو بڑے ملکوں کے علاوہ چھوٹے ملکوں کیلئے بھی قابل اعتماد بنا سکے گی لیکن اگر کمیٹی یہ امتحان پاس نہ کر سکی تو فلسطین ایک ایسے بڑے بم کا فیوز ثابت ہو سکتا ہے جس کے پھٹنے کے نتیجے میں آنے والی تباہی کا دنیا نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا ہوگا۔

اقوام متحدہ کا پہلا فرض جارحیت کو روکنا تھا۔ لیکن فلسطین گزشتہ تیس سالوں سے ناانصافی کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ برطانیہ نے فلسطین پر فوجی قوت کے ذریعہ سے قابض ہو کر وہاں یہودیوں کی اتنے بڑے پیمانے پر نقل مکانی کروائی ہے کہ یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ فلسطینی عرب سیاسی اقلیت میں بدل دی جائیں۔

سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس کے بعد اس کیس کے حقائق بیان کیے۔ انھوں نے وہ اصول بیان کیے جو ان حقائق پر لاگو ہوتے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر فلسطین میں 93 فیصد عرب آباد تھے اور صرف 7 فیصد یہودی تھے لیکن ظلم وزیادتی کی یہ بدترین شکل ہے کہ یہودیوں کی یہ تعداد بڑھ کر 33 فیصد ہو چکی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یورپین یہودیوں پر ہونے والے ظلم وستم نے انہیں فلسطین میں لامحدود تعداد میں داخلہ کا حق دے دیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہودی جذباتی طور پر فلسطین میں آنے کو ترجیح دیتے ہیں اور کسی اور ملک میں جذب ہونے کیلئے تیار نہیں۔ انہوں نے یہ سوال اٹھایا کہ کیا مظلوم یہودیوں کی خواہش اس صورت حال میں فیصلہ کرنے کی بنیاد ہو سکتی ہے یا مختلف ریاستوں کے امیگریشن قوانین کی بنیاد پر مہاجروں کو مخصوص علاقوں میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی؟ سوال یہ ہے کہ کیا کوئی دوسرا ملک بیان کردہ وجوہات کی بنیاد پر اپنے ملک میں بلا روک ٹوک نقل مکانی کی اجازت دے سکتا ہے؟

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہودی فلسطین میں اقتصادی ترقی لے کر آئے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہاں صنعتی اور زرعی ترقی ہوئی ہے۔ بعض پہلوؤں سے یہ بات درست ہے مگر پھر بھی یہ بات فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کا جواز مہیا نہیں کرتی۔ مسلمہ اصولوں کے مطابق یہ دعویٰ غیر منصفانہ ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہودیوں نے مصمم ارادہ کر رکھا تھا کہ وہ فلسطین میں سیاسی اقلیت کی پوزیشن قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہے لیکن کیا کسی اقلیت کا اپنی اس پوزیشن کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہونا اس بات کا جواز ہے کہ اقلیت کو اکثریت میں بدل دیا جائے اور اکثریت کو اقلیت میں بدل دیا جائے۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسی وجہ سے تقسیم کی تجویز سامنے آئی لیکن جب اکثریت بنانے والے حل کا تجزیہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ اس کیلئے آدھے ملک کے رقبہ کے عربوں کو اقلیت میں بدلنا پڑے گا پھر کہیں جا کر یہودی آبادی کو یہودی ریاست کے لیے عددی اکثریت میں بدلا جا سکتا تھا۔ سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے ان واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وضاحت کی کہ یہ دلائل کسی طرح بھی مسلمہ اصولوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ Dr. Weizmann، جن کا وہ دل سے بہت احترام کرتے ہیں، نے تقسیم پاک و ہند کو تقسیم فلسطین کے حق میں ایک دلیل کے طور پر پیش کیا۔ لیکن یہ بات بہت بڑی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ مسلمان اور غیر مسلمان اکثریت تقسیم کے سوال سے بہت پہلے سے یہاں آباد تھیں اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ تقسیم مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان باقاعدہ معاہدہ کے نتیجہ میں ہوئی تھی۔

تقسیم کے اکثریتی پلان کے حوالہ سے جو کہ سپیشل کمیٹی کی رپورٹ کے Chapter VI میں مذکور ہے، سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے اس خیال کا اظہار کیا کہ یہ کمیٹی دو ریاستیں قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جغرافیائی لحاظ سے یہ ایک بے ہنگم سی چیز ہوگی۔ اس مقصد کے لیے 10 ہزار مربع میل کے علاقہ کو سات حصوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ دوسرے نقطہ نظر سے بھی یہ ایک ناانصافی ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ تقسیم اس کا حل نہیں ہے۔ تقسیم کے منصوبے کے مطابق یہودی ریاست میں کل 9 لاکھ 5 ہزار افراد ہوں گے۔ جن میں سے 4 لاکھ 98 ہزار یہودی ہوں گے جبکہ 4 لاکھ 7 ہزار عرب ہوں گے۔ لیکن سپیشل کمیٹی 90 ہزار کی بئر شیبا کی بدوی آبادی کو بظاہر نظر انداز کر گئی ہے۔ درحقیقت وہ بدوی ہیں، فلسطینی بدوی جو کہ ہمیشہ سے فلسطین کی حدود میں رہ رہے ہیں، اگر یہ تعداد بھی شامل کر لی جائے تو یہودی ریاست میں

عرب آبادی یہودی آبادی کے برابر ہو جاتی ہے۔

اس اکثریتی منصوبہ میں کچھ اور غیر منصفانہ امور بھی ہیں۔ مثلاً جیفہ اور حیفہ کی اہم بندرگاہیں مجوزہ یہودی ریاست میں شامل کی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ بئر شیبا کا نصف علاقہ بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عرب اکثریتی علاقے بھی جو Tiberias جھیل کے مضافات میں ہیں مجوزہ عرب ریاست سے نکال دیئے گئے ہیں۔

اس تقسیم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عرب آبادی یہودی ریاست کی ہمسایہ عرب ریاستوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ یہودی ریاست کے لیے وسعت اختیار کرنے کے تمام مواقع مہیا کیے گئے ہیں۔ فلسطین میں کھانے کے اناج کی کمی ہے اور مجوزہ عرب ریاست میں ان کی صرف دس فیصد آبادی کے لیے اناج مہیا ہو سکتا ہے۔ البتہ جو علاقہ ان کو دیا جائے گا اس کے پہاڑی مقامات میں پھل پیدا ہوتے ہیں۔

یہودی ایجنسی کا بنیادی مقصد یہودیوں کو اس زمین پر آباد کرنا تھا۔ یہودی ایجنسی کو 1939 کے وائٹ پیپر پر شدید تحفظات تھے جس نے بعض علاقوں میں عرب زمینوں کو یہودیوں کو منتقل کیے جانے کی ممانعت کی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہودیوں کے لیے عربوں کی زمینیں خریدنے پر کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ اسی طرح یہودی ایجنسی اور یہودی نیشنل فنڈ کی پالیسی کا یہ بنیادی حصہ ہے کہ جو زمین بھی یہودی خریدیں گے وہ عرب مالکوں کو واپس نہیں کی جا سکے گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہودی ریاست میں عربوں کی زمینیں تیزی سے یہودیوں کی ملکیت میں جانا شروع ہو جائیں گی اور عربوں کی حالت بے زمین ہاری کی رہ جائے گی۔ علاوہ ازیں یہودی ایجنسی کی ایک یہ پالیسی بھی ہے کہ یہودی کاروبار میں عربوں کی ملازمتوں کو محدود کر دیا جائے سوائے ناگزیر حالات میں۔ اس کے نتیجہ میں عربوں کے پاس روزگار کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔ عرب نہ تو زمینوں پر مزدوری کر سکیں گے اور نہ یہودیوں کے کاروبار میں ملازمت کر سکیں گے، خاص طور پر اگر یہودیوں کو بلا روک ٹوک امیگریشن دے دی جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں یہودی صنعتوں میں بھی مزدوری کیلئے کافی یہودی مزدور میسر آ جائیں گے۔

ایسا لگتا ہے کہ سپیشل کمیٹی ان تمام عوامل سے بخوبی آگاہ ہے اور اس کے منصوبہ میں یہ ناگزیر نتائج شامل ہیں۔ یہ بات دیانتداری کے زیادہ قریب ہوتی اگر دونوں ریاستوں کے درمیان آبادی کا لازمی تبادلہ تجویز کر دیا جاتا بجائے اس کے کہ نصف ملین لوگوں کو قواعد وضوابط کی بھینٹ چڑھا دیا جائے اور اس کے بعد ان بیچاروں کو یہودی ریاست سے ہمسایہ عرب ریاستوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔

سر محمد ظفر اللہ خان نے ڈاکٹر Magnes کے اس خط کا حوالہ دیا جو 28 ستمبر 1947 کو نیویارک ٹائمز میں چھپا تھا۔ جس میں انھوں نے اکثریتی پلان پر سخت تنقید کی تھی۔ یہ Hebrew University of Jerusalem کے صدر ہیں۔ ڈاکٹر Magnes نے کہا تھا کہ تقسیم یہودی گروپس کی پر تشدد کارروائیوں کو نہیں روک سکے گی اور ایک دفعہ وہ ملک کو تقسیم کروالیں تو اسی طریق سے وہ باقی ملک کو بھی یہود کے لیے خاص کرنے کی کوشش کریں گے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے نتیجہ میں عرب بھی جواب تک پُر امن رہے ہیں محاذ آرائی پر اتر آئیں گے۔ دوسری طرف اقتصادی یونین بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ سیاسی یونین۔ عرب ریاست بنیادی طور پر زرعی ہے جبکہ یہودی ریاست صنعتی ہوگی جو کہ سیاسی تصادم کے بیج بوئے گی۔

اگر یہودی ایجنسی اکثریتی پلان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوئی تھی تو صرف اسی وجہ سے کہ وہ اسے محض اپنے مقصد کے حصول کی ابتداء سمجھتے تھے نہ کہ اپنی دلی خواہشات اور تمناؤں کی تکمیل۔ تقسیم ایک نئے افتراق کی بنیاد ہوگی نہ کہ اس مسئلہ کا حل جس کے لیے یہ کمیٹی کوشاں ہے۔ اقوام متحدہ کا واحد فرض ہے کہ اٹلانٹک چارٹر کے اصولوں کو جو کہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں شامل ہیں مسئلہ فلسطین پر لاگو کیا جائے۔ ان اصولوں میں کسی قسم کی تبدیلی کے نتیجہ میں کمیٹی کبھی اس مسئلہ کو حل نہیں کر سکے گی۔

سب سے پہلا فرض تو عربوں اور یہودیوں کو قریب لا کر ایک متفق علیہ حل تلاش کرنا ہے۔ اگر کمیٹی ایسا حل تلاش کرنے میں ناکام رہتی ہے تو پھر کمیٹی کو کوئی ایسا حل تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو کہ متعلقہ لوگوں کی آزاد خواہشات کے مطابق ہو جو انھیں یہ حق دے کہ وہ اپنی مرضی کی حکومت کے ماتحت زندگی بسر کر سکیں۔ ایسا کام چارٹر کے آرٹیکل 1 کے مطابق ہوگا۔

اقوام متحدہ فلسطین میں پہلے سے موجود 6 لاکھ یہودیوں کی صورت حال کی بہتری کے لیے کوئی ایسا حل تلاش کر سکتی ہے جو خود مختار فلسطینی ریاست کے تحت انھیں بحیثیت اقلیت مکمل مذہبی، سماجی، لسانی، تعلیمی اور معاشرتی آزادی کی ضمانت دے۔ اس کا تحفظ عدالتی اقدامات کی رو سے ہونا چاہیئے اور اگر ضروری ہو تو عالمی عدالت انصاف سے بھی مدد لینی چاہیئے۔

اس کا کوئی جواز نہیں کہ صیہونیت اس تجویز سے مطمئن نہ ہو اور اقوام متحدہ کو ایسی پالیسی اختیار کرنے کے لیے کہے جس سے نہ صرف فلسطین کی اکثریتی آبادی کے ساتھ سنگین ناانصافی ہوتی ہے بلکہ وہ چارٹر کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ اقوام متحدہ کو چاہیئے کہ وہ ہر ممکن کوشش کرے کہ یہودی اقلیت کو فلسطینی ریاست میں وہی آزادی اور ترقی کے ذرائع میسر آئیں جو کہ یہودی اقلیتوں کو دوسرے ممالک میں میسر آتے ہیں۔ سر محمد ظفر اللہ خان نے اس امید کا اظہار کیا کہ اقوام متحدہ جو انصاف اور مساوات کے حصول کے لیے قائم کی گئی ہے اس معاملہ میں ناکام نہیں ہوگی۔

(سکرپٹ مرسلہ: محمود جاوید اسعد صاحب)

مکرم مقصود اظہر گوندل صاحب

پہیہ سے لے کر انجن تک

ہماری بھاگتی دوڑتی دنیا میں پہیہ کا کردار بہت اہم ہے اور اس کے بغیر زندگی کا تصور ناممکن سا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن پہیہ کس وقت ایجاد ہوا تھا۔ کہاں؟ کیسے؟ اور کس طرح؟ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کس نے پہیہ ایجاد کیا اور کہاں؟ لیکن یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ پہیہ کس لئے ایجاد ہوا۔

پہیہ کی ضرورت

پرانے زمانے کے انسان کو بڑی بڑی اشیاء جیسے شکار کیا ہوا جانور، درختوں کے تنے وغیرہ کو دھکیلنے میں بڑی مشکل پیش آتی تھی اور جب ان اشیاء کو گھسیٹ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جانا ہوتا تو کئی آدمی بیک وقت درکار ہوتے تھے اور بہت زیادہ طاقت صرف ہوتی تھی اس مشکل کا حل انہوں نے یہ سوچا کہ ایک لکڑی کا بڑا سا تختہ بنایا اور اسے لکڑی کے تنوں (رولر) پر گھسیٹتے تھے۔ یہ رولر اٹھا اٹھا کر پھر تختہ کے نیچے رکھے جاتے تھے۔ اس ترکیب سے بہت کم زور لگانا پڑتا تھا۔ لیکن تین چار آدمی مستقل چاہئے ہوتے تھے جو ان تنوں کو پیچھے سے نکالیں اور آگے رکھیں۔

پہلا چھکڑا

آہستہ آہستہ ان رولرز کی جگہ چھکڑے نے لی۔ جس میں لکڑی کی دو بڑی گول پلیٹیں ایک تنے کے ساتھ جوڑ دی گئی تھیں اور اس کے اوپر سامان رکھنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔ اسے دھکیلنے کے لئے بیل جوتے جاتے تھے۔

یہ کہنا ذرا مشکل ہے کہ یہ چھکڑا کب بنا تھا۔ تاہم چونکہ اسے بنانے کے لئے لوہے کے اوزاروں کی ضرورت تھی اس لئے ان اوزاروں کے استعمال میں آنے کے بعد ہی یہ چھکڑا وجود میں آیا ہوگا۔ اندازاً شام اور سمیریا کے علاقہ میں 4000 قبل مسیح میں یہ چھکڑا عام ہو چکا تھا۔ میسوپوٹیمیا کے علاقہ میں 3000 قبل مسیح اور سندھ کی وادی میں 2000 قبل مسیح میں اس قسم کے چھکڑے عام تھے۔

بہتر بیل گاڑی رگھوڑا گاڑی

مصر میں یہ ایجاد دیر سے آئی۔ لیکن قریباً 1500 قبل مسیح تک وہ کافی بہتر بیل گاڑیاں بنا چکے تھے۔ ان سے یہ ایجاد یونانیوں اور رومیوں تک پہنچی۔

رومیوں نے اس گاڑی میں ایک تبدیلی یہ بھی کی کہ چار پہیوں والی گاڑی بنائی جس کے پہیے اور سامان رکھنے کی جگہ دیدہ زیب بھی تھی۔ انہوں نے بیل کی بجائے اس گاڑی کو چلانے کے لئے گھوڑوں کو لگایا۔

یہ گھوڑا گاڑی سارے یورپ میں مقبول ہوئی اور ایک لمبے عرصہ تک اسی قسم کی گاڑیاں استعمال ہوتی رہیں۔ حتیٰ کہ قبل مسیح سے لے کر اٹھارویں صدی عیسوی میں ریلوے کے ایجاد تک یہ سلسلہ چلا۔ تاہم اس گاڑی میں چھوٹی موٹی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

پہلا سائیکل

یاد رہے کہ ریل گاڑیوں کی ایجاد سڑکوں پر چلنے والی گاڑیوں سے کافی پہلے ہو چکی تھی۔ سڑک پر چلنے والی پہلی گاڑی سائیکل تھی۔ جو 1813ء میں منظر عام پر آئی جرمنی کے قصبہ من ہائم (Mann Heim) کی گلیوں میں 1813ء میں یہ سائیکل بارون ڈریس (Baron Drais) نے چلایا تھا۔ اس کے دو پہیئے تھے اور کاٹھی درمیان میں تھی۔ اس کے چلانے والا دونوں پیر باری باری زمین پر مار کر اس کو چلاتا تھا۔ اس کے اگلے پہیئے کے ساتھ لکڑی کا ہینڈل بھی تھا جو اسے موڑنے کے کام آتا تھا۔ جب یہ سائیکل گلیوں سے گزرا تو دیکھنے والے اس پر خوب ہنسے اور انہوں نے اس سے لطف بھی اٹھایا۔ اس وقت بارون ڈریس کی عمر 28 سال تھی۔ اس نے اس سائیکل Running Machine کا نام دیا۔ یہ سائیکل فرانس اور انگلینڈ کے فیشن ایبل طبقہ میں بہت مقبول اور ہابی ہارسز (Hobby Horses) کے نام سے اس کی خاصی تعداد فرانس اور انگلینڈ کی سڑکوں پر دیکھی جانے لگی۔ خواتین نے بھی سائیکل چلایا۔ انگلینڈ کے شہزادہ ریجنٹ (Regent) نے اپنے لئے ایک سپیشل سائیکل تیار کروایا۔

سائیکل میں بہتری

یہ سائیکل فیشن کی حد تک تو ٹھیک تھا لیکن اس پر سفر طے کرنے کے لئے چلانے والے کی بہت طاقت صرف ہوتی تھی۔ اس سے بچنے کے لئے مختلف لوگوں نے اس میں تبدیلیاں کیں۔ انگلستان کے ایک لوہار میک ملن (Mc Millan) نے پچھلے پہیے کے ساتھ دو راڈ لگائے اور ان کو لمبے لیور کے ذریعہ وہ پیروں سے دھکیلتا تھا۔ 1842ء میں اس نے اس سائیکل کا تجربہ کیا اور 40 میل کا فاصلہ دو دنوں میں اس سائیکل پر طے کیا۔ ایک جرمن مکینک فشر (Fischer) نے ان لیورز کے ساتھ پیڈلوں کا اضافہ کیا لیکن اس کی رفتار پھر بھی تیز نہ ہو سکی۔ فشر کے اس ڈیزائن کو سامنے رکھتے ہوئے فرانس میں پہلی بائیسیکل کی فیکٹری قائم ہوئی۔

انگلستان میں چھوٹی چھوٹی ورکشاپس سائیکل بنا رہی تھیں۔ انہوں نے یہ تجربہ بھی کیا کہ اگر پیڈل اگلے پہیے کے ساتھ لگائے جائیں اور اگلا پہیہ پچھلے سے بڑا ہو تو ایک دفعہ اگلا پہیہ گھمانے سے سائیکل کافی دور تک

جا سکتا ہے۔ اس ڈیزائن کے سائیکل پینی فارتھنگ Penny Farthing کے نام سے سامنے آئے۔ اس کا اگلا پہیہ پچھلے کے مقابلہ میں کئی گنا بڑا تھا اور اس پر چڑھنے اور اترنے کے لئے سہارے کی ضرورت تھی اور چلاتے وقت گرنے کا خطرہ رہتا تھا۔ ان تمام مشکلات کے باوجود اس کی رفتار پرانے سائیکلوں کے مقابلہ پر تیز تھی۔ اور انگلستان میں سائیکل ریسیں اس سائیکل کے ساتھ شروع ہوئیں۔

سائیکل کی موجودہ شکل

انگلستان کے ایک شخص لاسن (Lawson) نے یہ مشکل حل کی۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے پیڈل اور راڈ دونوں پہیوں کے درمیان رکھے۔ اسی دوران سوئٹزر لینڈ کے باسی ہینز رونالڈ (Hens Ronald) نے چین (Chain) ایجاد کر لی تھی۔ اس چین کے ذریعہ پیروں کی حرکت بہتر طور پر پچھلے پہیہ تک پہنچائی گئی۔ پھر دوسری چھوٹی موٹی تبدیلیاں ہوتی رہیں حتیٰ کہ قریباً موجودہ سائیکل جیسے سائیکل 1880ء کی دہائی میں کافی بڑی تعداد میں بنائے جانے لگے۔ لیکن ان میں ایک چیز نہ تھی اور وہ تھی ہوا والے ربڑ کے ٹائر۔ ان سب سائیکلوں میں لکڑی یا دھات کے ٹائر استعمال ہوتے تھے جو رفتار کو کم کرنے کے باعث تھے۔ بعد میں ربڑ کے ٹائر فٹ کئے گئے لیکن ان میں ہوا نہ بھری جاتی تھی۔

ہوا والے ربڑ کے ٹائر

اس ایجاد کی وجہ ایک 10 سالہ بچہ تھا۔ سکاٹ لینڈ کے ایک وٹرنری ڈاکٹر، ڈاکٹر ڈن لپ (Dunlop) کا بچہ جس کے سکول میں ٹرائی سائیکلوں کی ریس ہونی تھی۔ اس نے اپنے باپ پر بہت زور دیا کہ کوئی ایسا طریقہ ہو کہ وہ ریس جیت جائے۔ ڈاکٹر ڈن لپ نے ربڑ کے دو ٹکڑوں کو گول شکل میں گوند سے جوڑا۔ ان میں ہوا بھر کر سیل کر دیا اور پھر پچھلے پہیوں سے چپکا دیا اور نتیجہ درست نکلا یعنی وہ بچہ ریس جیت گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بہت اہم ایجاد یعنی ہوا والے ٹائر وجود میں آئے۔ 1888ء میں اس کو باقاعدہ مارکیٹ میں لایا گیا۔ اس ایجاد سے سائیکل بھی بہت مقبول ہوئے۔ اور اس کی وجہ سے موٹر سائیکل اور موٹر کار کی راہ میں حائل ایک رکاوٹ بھی دور ہوگئی۔

موٹر سائیکل اور موٹر کار

جب ریل گاڑیوں کے لئے بھاپ کے انجن ایجاد ہوئے تو یہ کوشش بھی کی گئی کہ بھاپ کے انجن کار پر فٹ کئے جائیں اور سڑکوں پر آمد و رفت ممکن ہو۔ لیکن یہ کوشش اس لئے ناکام ہوگئی کہ بھاپ کے انجن کا وزن بہت زیادہ تھا۔ نیز یہ اس کو سنبھالنا بھی آسان نہ تھا۔ انیسویں صدی کے آخر میں اس چیز کی بہت ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسا کم وزن والا انجن بنایا جائے تو سائیکل یا چار پہیوں والے چھکڑے پر فٹ کر دیا جائے تاکہ سڑکوں پر آنا جانا آسان ہو جائے۔

ایسے انجن کے لئے بہت سے لوگوں نے سوچ بچار کی۔ ان میں سب سے زیادہ کامیابی جرمنی انجینئر نگ آگسٹ نکولس آٹو (August Nikolaus Otto) کو ملی۔ جس نے گیس سے چلنے والا انجن بنایا۔

آٹو کا انجن

آٹو نے یہ انجن 1872ء میں سٹیم انجن کی طرز پر ہی بنایا۔ یعنی اس میں بھی سلنڈر اور پسٹن تھے اور پسٹن کو حرکت دی جاتی تھی لیکن اس حرکت کے لئے بجائے بھاپ کے گیس استعمال کی گئی تھی۔ دوسرا بڑا فرق یہ تھا کہ بھاپ کے انجن میں بھاپ بنا کر سلنڈر میں پھینکی جاتی تھی جب کہ آٹو کے انجن میں گیس سلنڈر کے اندر ہی جلتی تھی۔ اسی مناسبت سے یہ انجن اور اس جیسے تمام انجن Internal Combustion Engine کہلاتے ہیں۔ آٹو نے ہی پہلی دفعہ چار سٹروک بیان کئے اور موجودہ انجن کی بنیاد آٹو کے بیان کردہ اصول پر ہی ہے۔ ایسے میں ایک اور جرمن انجینئر ڈیملر (Daimler) بھی آٹو سے آن ملا اور ڈیملر نے کئی سال تک آٹو کی فیکٹری میں کام کیا۔ آٹو اس انجن کو گاڑی میں استعمال کرنے کے حق میں نہیں تھا اور اس نے یہ انجن کھڑے رہ کر استعمال کے لئے بنایا تھا۔ اس کے مقابلہ پر ڈیملر کو یقین تھا کہ اس قسم کا انجن ہی گاڑی پر لگائے جانے سے مسئلہ حل ہوگا۔

ڈیملر کا موٹر سائیکل اور کار

ڈیملر نے اپنے اس خیال کو 1885ء میں عملی جامہ پہنایا۔ اس نے آٹو کے انجن میں دو بنیادی تبدیلیاں کیں۔ اول تو اس نے بجائے گیس کے پیٹرول کو ایندھن کے طور پر استعمال کیا۔ دوسرے ایندھن کو جلانے کے لئے عام شعلہ کی بجائے بجلی کا سپارک اس نے انجن میں لگایا۔

ڈیملر نے یہ انجن ایک موٹر سائیکل میں استعمال کیا اور اپنی ورکشاپ کے صحن میں اس نے موٹر سائیکل کا کامیاب تجربہ کیا۔ اس تجربہ کو آگے بڑھاتے ہوئے ڈیملر نے چار پہیوں والی پہلی کار 1886ء کی پیرس کی نمائش میں رکھی۔ پھر تین سال بعد اس نے ایک بہت بہتر ماڈل 1889ء کی نمائش میں رکھا۔ یہ ماڈل مقبول ہوا اور فرانس کی ایک فرم نے اس ڈیزائن کو لے کر بڑی تعداد میں یہ کار بنائی۔ 1894ء میں پیرس میں جب پہلی کار ریس ہوئی تو ڈیملر کی کار نے یہ ریس جیتی تھی۔ اس کار کی رفتار 20 میل فی گھنٹہ تھی۔

کارل بینز کی کار

کارل بینز (Karl Benz) بھی جرمنی کا رہنے والا تھا اور اس کا باپ ریلوے میں کام کرتا تھا۔ اسے بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا انجن ہو جو سڑکوں پر آمد و رفت کے کام آئے۔ بینز نے جو کار بنائی وہ ڈیملر کی کار سے مشابہ تھی۔ اس نے بھی پیٹرول کو بطور ایندھن کے استعمال کیا۔ تاہم اس نے پہلے ایک ٹرائی سائیکل بنائی۔ اس کا انجن آٹو کے اصول پر ہی کام کرتا تھا۔ اس نے پہلی کار کا تجربہ 1885ء میں ہی کیا لیکن ڈیملر سے چند ماہ پیشتر اس کار کو چلاتے وقت خوشی سے اس کی انتہا نہ رہی اور یہ کار قابو سے باہر ہو کر دیوار سے جا ٹکرائی۔ 1888ء میں بینز نے یہ کار میونخ کی سڑکوں پر چلائی۔ اگلے سال اس کے دو بیٹوں نے اس کار پر 125 میل کا سفر کیا۔ یہ کار پر کیا جانے والا اس وقت تک کا لمبا ترین سفر تھا۔ بینز کی یہ کاریں انگلستان اور فرانس میں بھی بکیں۔

ہینری فورڈ کا کردار

امریکہ میں کاریں دیر سے بننا شروع ہوئیں اور زیادہ تر کاریں یورپ سے وہاں درآمد کی جاتی تھیں۔ ہینری فورڈ (Henry Ford) نامی الیکٹریشن نے 1896ء میں پہلی کار بنائی جو اس نے خود اپنی ورکشاپ میں مکمل کی تھی۔ فورڈ کا یہ خیال تھا کہ امریکہ میں کاروں کے استعمال کی بہت گنجائش ہے لیکن اسے گھوڑا گاڑی بنانے والوں اور اس سے متعلقہ لوگوں کی سخت مخالفت کا سامنا تھا۔ حتیٰ کہ وہ 1909ء میں اس کار کو مارکیٹ میں لا سکا۔ فورڈ اچھا مکینک بھی تھا لیکن اس کے خیالات بڑے واضح تھے۔ اس نے محسوس کیا کہ یورپ میں جو کاریں بنائی جا رہی ہیں وہ سپورٹس کے لئے استعمال ہو رہی ہیں یا فیشن ایبل طبقہ ہی اسے پسند کرتا ہے۔ اس نے کار کو نسبتاً سادہ رکھا اور کم قیمت پر ایسی کار بنائی جو عام آدمی کے لئے بنائی گئی تھی۔ یہ کار ’’ماڈل۔T‘‘، یا "Tin Lizzie" کے نام سے فورڈ نے متعارف کروائی۔ 1908ء میں یہ کار سامنے آئی تھی۔ اگرچہ دیکھنے میں یہ کافی عجیب سی دکھائی دیتی ہے لیکن اس کار نے تمام امریکہ میں بہت مقبولیت حاصل کی اور 1927ء تک قریباً ڈیڑھ لاکھ ایسی کاریں بکیں۔ فورڈ نے اس مقصد کے لئے ایک لمبی فیکٹری بنائی جس میں ترتیب سے ایک لائن سے چیزیں جوڑتے جوڑتے یہ کار بنائی جاتی تھی۔ یوں اس "Assembly Line" کی وجہ سے وہ بڑی تعداد میں کاریں بنانے میں کامیاب ہوا۔

ڈیزل انجن

پیٹرول سے چلنے والے یہ انجن کاروں کے لئے بے حد موزوں تھے لیکن ویگن، بس یا ٹرک میں جہاں زیادہ وزن کھینچنا ہو، پیٹرول انجن کا صحیح کام نہ کرتا تھا۔ اس مسئلہ کو سلجھانے کے لئے جرمن انجینئر رڈولف ڈیزل (Rudolf Diesel) نے بڑی محنت کی۔ ڈیزل نے یہ غور کیا کہ پیٹرول انجن میں ہوا اور پیٹرول کو ملا کر سلنڈر میں داخل کیا جاتا ہے اور پھر اسے جلایا جاتا ہے۔ اس نے اس کی بجائے صرف ہوا کو سلنڈر میں دبایا اور اس پر بھاری تیل چھڑکا اور یوں جلنے کا عمل حاصل کیا۔ یہ بھاری تیل جو اب ’’ڈیزل‘‘ کے نام پر ڈیزل کہلاتا ہے۔ پیٹرول کے مقابل پر بہت سستا تھا۔ اسی طرح ڈیزل انجن میں پیٹرول اور ہوا کو ملانے کے لئے کاربوریٹر (Carborator) کی ضرورت بھی نہ تھی اور نہ ہی جلانے کے لئے بجلی کے شعلے کی۔

دوسرے یہ زیادہ طاقتور تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کا وزن پیٹرول انجن سے کہیں زیادہ تھا۔ اس کو بنانا مہنگا بھی تھا اور اس کا شور بھی زیادہ تھا۔ اس لئے یہ انجن بجائے کار کے ٹرک اور بس میں لگائے جانے کے لئے مقبول ہوا۔ اس کا پہلا ماڈل 1893ء میں منظر عام پر آیا۔

موجودہ دور کی گاڑیاں

تب سے لے کر اب تک قریباً سو سال کے عرصہ میں گاڑیوں کی ٹیکنالوجی میں ترقی ہو چکی ہے۔ تاہم پٹرول انجن کا آٹو کے بیان کردہ اصول پر اور ڈیزل انجن کے اصول پر ہی کام کرتے ہیں۔ لیکن ان کی ساخت میں اور ساتھ کے نظاموں میں بہت بہتری کر لی گئی ہے اسی طرح کاروں اور ویگن بس وغیرہ کی ظاہری شکل وصورت بھی بہت بہتر ہو گئی ہے۔

ہم جب بھی ان گاڑیوں پر سفر کرتے ہیں تو نہ جانتے ہوئے بھی باارون، ڈریس، آٹو، ڈیملر، فورڈ اور ڈیزل جیسے موجدوں کے زیر احسان ہوتے ہیں جن کی محنت کا پھل ہم بھی کھا رہے ہیں اور آئندہ زمانوں کے لوگ بھی ان ایجادات سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

☆.........☆.........☆

سیلاب میں خدمات

1954ء اور 1955ء میں برصغیر میں سیلاب آیا جس کے نتیجہ میں بھارت، مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) میں وسیع پیمانہ پر تباہی ہوئی۔ اس موقع پر بھی حضور کی ہدایات کے مطابق بھارت اور پاکستان کی جماعت نے خدمت خلق کے لئے نہایت قیمتی خدمات سرانجام دیں۔ جسے حکومت اور پریس نے بھی بہت سراہا۔

اکتوبر 1954ء میں حضور نے لاہور کے سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ فرمایا اور جماعت کی طرف سے تعمیری سرگرمیاں ملاحظہ کیں۔ لاہور اور ربوہ کے 200 خدام نے 75 سے زائد گرے ہوئے مکانوں کو دوبارہ تعمیر کر کے 1000 افراد کی رہائش کا انتظام کیا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 ص 336 جلد 18 ص 36)

خدام الاحمدیہ سے خطاب کرتے ہوئے 15/اپریل 1938ء کو فرمایا:

’’خدمت خلق کے کام میں جہاں تک ہو سکے وسعت اختیار کرنی چاہئے اور مذہب اور قوم کی حد بندی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرنا چاہئے۔ خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی ہو یا سکھ۔ ہمارا خدا رب العالمین ہے اور جس طرح اس نے ہمیں پیدا کیا ہے اسی طرح اس نے ہندوؤں اور سکھوں اور عیسائیوں کو بھی پیدا کیا ہے۔ پس اگر خدا ہمیں توفیق دے تو ہمیں سب کی خدمت کرنی چاہئے‘‘۔

(الفضل 22/اپریل 1938ء)

☆ ☆ ☆

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

تقریب آمین

مکرم محمد داؤد ناصر صاحب مربی سلسلہ اوکاڑہ کینٹ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بیٹے دانیال داؤد واقف نو نے مورخہ 7 جنوری 2009ء کو محض خدا تعالیٰ کے فضل سے بعمر سات سال قرآن مجید کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔ قرآن پڑھانے کی سعادت اس کی والدہ کے حصہ میں آئی۔ مورخہ 23 جنوری 2009ء کو بعد نماز جمعہ دارالحکمت اوکاڑہ کینٹ میں تقریب آمین منعقد ہوئی۔ تلاوت و نظم کے بعد خاکسار نے عزیزم دانیال داؤد سے قرآن کریم سنا بعد ازاں مکرم سعید احمد صاحب سیکرٹری مال اوکاڑہ کینٹ نے دعا کرائی۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزم کو قرآن کے انوار سے معمور فرمائے اور ہم سب کو قرآن کریم کی حقیقی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

نتیجہ مقابلہ مضمون نویسی

(مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت سہ ماہی اول نومبر 2008ء تا جنوری 2009ء کے مقابلہ مضمون نویسی بعنوان توحید باری تعالیٰ میں 21 اضلاع کی 153 مجالس کے 941 خدام شامل ہوئے۔ درج ذیل خدام نے پوزیشنز حاصل کیں۔

اول ۔مکرم فراست احمد راشد صاحب کوارٹرز صدر انجمن احمدیہ ربوہ

دوم ۔مکرم نداء الظفر صاحب ناصر ہوسٹل ربوہ

سوم ۔مکرم افتخار احمد خان صاحب گلشن عمیر کراچی

چہارم ۔مکرم ارسلان حفیظ صاحب بھاٹی گیٹ لاہور اور مکرم سید غیور احمد صاحب ملیر کینٹ کراچی

پنجم ۔مکرم بدر الزمان محسن صاحب فیکٹری ایریا احمد ربوہ اور مکرم توقیر احمد آصف صاحب دار الحمد فیصل آباد

ششم ۔مکرم حسن رشید صاحب سمن آباد لاہور

ہفتم ۔مکرم طارق محمود صاحب ٹنچ بھاٹہ راولپنڈی

ہشتم ۔مکرم قیصر محمود صاحب دار العلوم جنوبی بشیر ربوہ

نہم ۔مکرم چوہدری محمد علیم انور صاحب مغلپورہ لاہور

دہم ۔مکرم ارسلان احمد قمر صاحب ناصر ہوسٹل ربوہ

حوصلہ افزائی ۔مکرم مرزا ندیم احمد صاحب چونڈہ ضلع سیالکوٹ، مکرم شاہد احمد شاہ صاحب بشیر آباد حیدر آباد، مکرم ناصر احمد صاحب گھارو ٹھٹھہ اور مکرم عبد القیوم صاحب منظور کالونی کراچی

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

تقریب شادی

مکرم مرزا محمد برہان صاحب باب الابواب غربی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بیٹے مکرم عامر احمد صاحب کی تقریب شادی ہمراہ مکرمہ روبینہ طلعت صاحبہ بنت مکرم قریشی مبارک احمد صاحب فیکٹری ایریا ربوہ مورخہ 26 جنوری 2009ء کو مغل بینکوئیٹ ہال میں منعقد ہوئی۔ رخصتی کے موقع پر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے دعا کروائی۔ اگلے روز دعوت ولیمہ کا انعقاد محلّہ باب الابواب غربی میں کیا گیا اس موقع پر مکرم ظفر احمد ناصر صاحب نائب ناظر مال آمد نے دعا کروائی۔ دلہا مکرم چوہدری محمد شریف خالد صاحب ایڈووکیٹ مرحوم کا نواسہ اور مکرم الحاج مرزا محمد عثمان صاحب ابن حضرت حافظ مرزا محمد اسحق صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کا پوتا اور دلہن مکرم عبد اللطیف صاحب مرحوم معلم سلسلہ کی پوتی ہے۔ احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ دونوں خاندانوں اور دلہا دلہن کیلئے بابرکت فرمائے۔ آمین

اعلان دارالقضاء

(مکرم خلیل احمد صاحب بابت ترکہ مکرم ماسٹر محمد شفیع صاحب)

مکرم خلیل احمد صاحب نے درخواست دی ہے کہ میرے والد محترم ماسٹر محمد شفیع صاحب وفات پا چکے ہیں ان کے نام قطعہ نمبر 10/16 محلّہ دار الیمن میں سے 10 مرلہ بطور مقاطعہ غیر منتقل کردہ ہے۔ یہ قطعہ درج ذیل ورثاء میں بحصص شرعی منتقل کر دیا جائے۔

ورثاء کی تفصیل

1۔مکرم افتخار احمد صاحب (بیٹا)

2۔مکرم خلیل احمد صاحب (بیٹا)

3۔مکرم چوہدری نسیم احمد صاحب (بیٹا)

4۔مکرمہ نیک اختر صاحبہ (بیٹی)

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی وارث یا غیر وارث کو اس منتقلی پر اگر کوئی اعتراض ہو تو وہ تیس یوم کے اندر اندر دفتر ہذا کو مطلع کر کے ممنون فرمائیں۔

(ناظم دار القضاء ربوہ)

آنکھوں کے عطیہ کا وصیتی فارم حاصل کرنے کے لئے نور آئی ڈونرز ایسوسی ایشن و آئی بینک مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان سے رابطہ کریں۔

سیمینار وقف عارضی و تقریب تقسیم انعامات

مورخہ 17 فروری 2009ء کو خدام الاحمدیہ مقامی کے بالائی ہال میں بعد نماز مغرب شعبہ تربیت خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کے تحت تقریب تقسیم انعامات اور سیمینار بعنوان وقف عارضی منعقد ہوا۔ اس تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت اور نظم سے ہوا۔ ازاں بعد مکرم شیخ مسعود احمد صاحب ایڈیشنل ناظم تربیت نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ شعبہ تربیت کو سہ ماہی اول 09-2008ء میں مقابلہ حفظ قرآن منعقد کروانے کی توفیق ملی۔ جس کا نصاب 30واں پارہ رکھا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں تمام حلقہ جات کو بھر پور تحریک کی گئی جس کے نتیجہ میں تمام ربوہ سے اس مقابلہ میں 145 خدام شامل ہوئے۔ اسی طرح اس سال کے آغاز پر ہی ربوہ کے تمام حلقہ جات کے مابین وصایا کے ٹارگٹس تقسیم کئے گئے۔ سال کے آغاز پر خدام الاحمدیہ ربوہ کی وصایا 3960 تھیں جبکہ اس سہ ماہی کے اختتام تک یہ تعداد بڑھ کر 4467 ہو چکی ہیں اور اللہ کے فضل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ بعدہ مہمان خصوصی محترم مرزا محمد الدین ناز صاحب ناظر تعلیم القرآن و وقف عارضی نے پوزیشن ہولڈر خدام اور محلّہ جات میں انعامات تقسیم کئے اور خطاب کرتے ہوئے وصیت کے بابرکت نظام میں شامل ہونے والے خدام کو تعلیم القرآن و وقف عارضی کے متعلق ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آخر پر مکرم خواجہ سعادت احمد صاحب مہتمم مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ نے مہمانان کا شکریہ ادا کیا اور پھر مہمان خصوصی نے دعا کرائی۔ حاضری 140 کے قریب تھی۔

(اے۔نور)

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے پروگرام

(محلّہ دار الصدر غربی قمر ربوہ)

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کی مبارک اور عظیم الشان تقریب کے موقعہ پر اہالیان محلّہ نے 27 مئی 2008ء کو اپنے پروگرام کا آغاز نماز تہجد سے کیا۔ جس میں ایک کثیر تعداد میں انصار، خدام اور اطفال نے شرکت کی۔

اس کے بعد نماز فجر ادا کی گئی اور پھر مکرم رانا تصور احمد صاحب صدر محلّہ نے ایک مختصر خطاب فرمایا۔ بعد ازاں مکرم رفیق احمد صاحب جاوید سیکرٹری اصلاح وارشاد محلّہ نے اور مکرم راشد محمود صاحب (دونوں مربیان سلسلہ نے) خلافت احمدیہ کے موضوع پر تقاریر کیں۔ اس موقع پر اہل محلّہ کے جذبات خلافت سے محبت اور عقیدت میں سرشار تھے۔

اس روز صبح سے ہی تمام افراد محلّہ مرد و زن جوان بچے اور بزرگ پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا لندن سے براہ راست خطاب خلافت جوبلی سننے کیلئے بے تاب نظر آ رہے تھے جو بعد نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے ''بیت القمر'' میں جمع ہوتے رہے۔ یہ تقریب اور بھی زیادہ ایمان افروز اور باعث مسرت ہو گئی جب حضور انور نے اپنے اس ایمان افروز خطاب کے ذریعہ تینوں مراکز احمدیت کو ایک ساتھ ملا دیا اور بیک وقت لندن قادیان اور ربوہ کے نظارے بھی دکھائے گئے۔ احمدیت کے پروانوں نے خلافت احمدیہ سے اخلاص و وفا کا جو عہد اپنے محبوب آقا سے کیا وہ تمام دنیا کے احمدیوں نے حضور انور کے ارشاد پر کھڑے ہو کر دہرایا۔ تاریخ احمدیت میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی خلیفۃ المسیح نے عالمگیر جماعت احمدیہ سے خلافت کی اطاعت و وفا کا عہد اس رنگ میں لیا کہ تمام دنیا کے احمدی اس میں شامل ہو گئے۔

حضور پر نور کے اس خطاب کے بعد احباب کی خدمت میں ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔ اس موقع پر بیت الذکر احباب سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

اس کے بعد رات کے وقت تمام احباب محلّہ کے گھروں میں کھانا تقسیم کیا گیا۔

اسی روز سارے محلّہ میں صفائی کا کام اطفال الاحمدیہ نے سرانجام دیا۔ وہ اپنی جگہ قابل تحسین تھا اس روز کی حاضری 345 افراد پر مشتمل تھی۔ اگلے دن 28 مئی کی رات کو سارے محلّہ میں دیئے جلا کر روشنی کی نوید سنائی گئی۔

غیاث الدین تغلق

(عہد حکومت 1321-1325ء)

علاء الدین خلجی کے بھائی کے ہاں پیادوں میں ملازم ہوا۔ قابلیت اور حسن خدمات کی بنا پر بڑا امیر بن گیا۔ تاتاریوں کے خلاف انتیس جنگیں کیں اور سب میں کامیاب ہوا۔ اسی وجہ سے ''غازی ملک'' خطاب پایا۔ غدار اور ظالم خسرو خاں کے قتل کے بعد غیاث الدین کے لقب سے بادشاہی سنبھالی (اس کا اصل نام متحقق نہیں)۔ دکن اور بنگال میں بدامنی پھیل گئی تھی۔ غیاث الدین نے دونوں دور افتادہ علاقوں میں امن قائم کیا اور فتوحات حاصل کیں۔ بنگال سے واپسی پر ولی عہد نے دہلی کے باہر بادشاہ کے استقبال کے لئے لکڑی کا ایک خوبصورت سائبان بنوایا تھا۔ وہاں رات گزاری۔ 25 فروری 1325ء کی صبح کو جلوس کے ساتھ شہر میں داخلے کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ اچانک سائبان گرا اور غیاث الدین اس میں دب کر مر گیا۔ میانہ رو با تدبیر اور علم پرور بادشاہ تھا۔

خبریں

صدر زرداری سے ججوں کی بحالی پر بات کروں گا

پنجاب کے وزیراعلیٰ میاں شہباز شریف نے بتایا ہے کہ وزیراعظم گیلانی نے ان کے ساتھ ملاقات میں یقین دلایا ہے کہ وہ لانگ مارچ سے پہلے صدر زرداری سے ججوں کی بحالی پر بات کریں گے، ملاقات میں طے پایا کہ 17ویں ترمیم اور 58ٹو بی کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

جان سولیکی علیل ہیں، قتل نہیں کیا گیا بلوچ

لبریشن یونائیٹڈ فرنٹ نے اقوام متحدہ کے ادارہ برائے پناہ گزین کے مغوی اہلکار جان سولیکی کے قتل کی خبروں کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ علیل ہیں، انہیں قتل نہیں کیا گیا، آخری اعلامیہ جاری کئے بغیر جان سولیکی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یونائیٹڈ فرنٹ کے ترجمان شہک بلوچ نے نامعلوم مقام سے سیٹلائٹ فون کے ذریعے آن لائن سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اپنے مطالبات کے لئے جان سولیکی کو اغوا کیا ہے۔ اقوام متحدہ خواتین اور بلوچ افراد کو رہا اور بازیاب کرانے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کرے۔

پاکستان میں 99ء سے 2008ء تک 40 صحافیوں کو قتل کیا گیا

پاکستان میں 1999ء سے 2008ء تک 40 صحافیوں کو قتل کیا گیا ہے۔ 258 سے زائد رپورٹرز، فوٹو گرافرز اور کیمرہ مین گرفتار کئے گئے۔ 100 سے زائد واقعات میں صحافیوں کو دھمکیوں اور جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ خفیہ ایجنسیوں نے کئی صحافیوں کو اس عرصے میں اغوا، قید کے دوران انہیں خوفناک تشدد کا بھی نشانہ بنایا۔

مادری زبانوں کا عالمی دن

دنیا میں ہر سال 21فروری کو مادری زبانوں کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہونے والی آکسفورڈ یونیورسٹی کی ایک تحقیق کے مطابق دنیا بھر میں اب بھی 6912 زبانیں بولی جاتی ہیں جبکہ گزشتہ 500 برسوں کے دوران تقریباً اتنی ہی زبانیں زوال پذیر ہوتے ہوتے ختم ہوگئیں۔ صرف 75 زبانیں ایسی ہیں جن کو بولنے والوں کی تعداد ایک کروڑ سے زائد ہے اور صرف 8 زبانیں ایسی ہیں جن کو بولنے والے افراد کی تعداد 10 کروڑ سے زائد ہے جو کل عالمی آبادی کا 40 فیصد بنتا ہے۔ سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانیں چینی، ہسپانوی، انگریزی، ہندی، پرتگالی، بنگالی، روسی اور عربی ہیں جبکہ دنیا کی 80 فیصد زبانیں صرف 20 ممالک میں استعمال ہوتی ہیں۔ عالمی سطح پر صرف 100 زبانوں کا استعمال تحریری شکل میں کیا جاتا ہے۔ سی آئی اے ورلڈ فیکٹ بک کے مطابق پاکستان میں سب سے زیادہ 48 فیصد پنجابی، 12 فیصد سندھی، 10 فیصد سرائیکی 8 فیصد پشتو، 8 فیصد اردو، 3 فیصد بلوچی، 2 فیصد ہندکو، براہوی ایک فیصد جبکہ انگریزی اور دیگر زبانیں 8 فیصد بولی جاتی ہیں۔ (روزنامہ جنگ 22فروری 2009ء)

سانحہ ارتحال

محترم سلیم الدین صاحب ناظر امور عامہ تحریر کرتے ہیں۔

محترمہ عائشہ بی بی صاحبہ زوجہ مکرم محمد اسماعیل صاحب آف چک سکندر ضلع گجرات بعمر 80سال مورخہ 7فروری 2009ء کو بقضاء الٰہی وفات پا گئیں۔ مرحومہ نے تین بیٹے اور چار بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ ایک بیٹے مکرم ناصر احمد صاحب 2003ء سے اسیر راہ مولیٰ ہیں اور جہلم جیل میں ہیں۔ مرحومہ کا جنازہ جہلم جیل لے جایا گیا جہاں ان کے بیٹے موصوف کو آخری دیدار کروایا گیا۔ جس کے بعد اسی روز نماز جنازہ مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب نائب ناظر امور عامہ نے پڑھائی اور مقامی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ دیگر دو بیٹے مکرم رشید احمد صاحب و مکرم نصیر احمد صاحب جرمنی میں مقیم ہیں۔ اسی طرح چاروں بیٹیاں بھی شادی شدہ ہیں۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہر آن حامی و ناصر ہو۔ آمین

درخواست دعا

مکرم نصیر الدین انجم صاحب مربی سلسلہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے برادر اکبر مکرم چوہدری منیر الدین صاحب ناصر آباد غربی ربوہ بعارضہ قلب طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں داخل ہیں۔ احباب جماعت سے عاجزانہ درخواست دعا ہے کہ رب کریم ان کو محض اپنے فضل سے شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

مکرم ملک منور احمد جہلمی صاحب رحمٰن کالونی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

مکرم ماسٹر رشید احمد ارشد صاحب صدر جماعت احمدیہ دھرکنہ بوچھال کلاں ضلع چکوال کی اہلیہ صاحبہ چند دنوں سے دل کے عارضہ کی وجہ سے بیمار ہیں۔ احباب جماعت سے ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم رانا عبدالکریم صاحب سابق صدر حلقہ وحدت کالونی لاہور شدید بیمار ہیں ان کا ایک گردہ پہلے ہی ناکارہ ہو گیا تھا۔ اب دوسرا بھی ناکارہ ہو گیا ہے۔ احباب کی خدمت میں عاجزانہ دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ ان کو شفاء کاملہ و عاجلہ عطا کرے۔ آمین

ضرورت الیکٹریشن

ایک جماعتی ادارہ کو ربوہ میں الیکٹریشن کی ضرورت ہے۔ درخواست دہندہ کیلئے ضروری ہے کہ اس نے گورنمنٹ کے منظور شدہ ادارہ سے ڈپلومہ حاصل کیا ہو۔ ضرورت مند حضرات درج ذیل نمبرز پر رابطہ کریں۔

0476018009,0476006721

(فضل الرحمٰن ناصر سپرنٹنڈنٹ محمود ہوسٹل ربوہ)

☆......☆......☆

داخلہ جاری ہے
طلباء کیلئے: نرسری تا پنجم (انگلش میڈیم)
طالبات کیلئے: نرسری تا ہفتم (انگلش میڈیم)
ڈیسنٹ انگلش سکول ربوہ رحمٰن کالونی
6211803:

زوجام عشق (اصل) | اکسیر بواسیر | تریاق فشار | سفوف خاص (مردوں کیلئے) | حمل خاص (اولاد نرینہ کے لئے) کورس
اطہر خاص
بفضل خدا تمام ادویہ 100 فیصد معیاری اور تسلی بخش تیار کی جاتی ہیں بیرون ملک افراد کیلئے خاص سہولت
فضل ربی دواخانہ
گولبازار ربوہ حکیم قمر احمد طاہر برجاوال
047-6216075
0333-6707226

جلسہ سالانہ U.K
جلسہ سالانہ U.K میں شمولیت حاصل کرنے کے خواہشمند احباب U.K ویزا کے متعلق معلومات اور راہنمائی حاصل کریں
Education Concern ®
رابطہ: ایجوکیشن کنسرن
فرخ لقمان: 0302-8411770
042-5162310
67-سی فیصل ٹاؤن لاہور

فری سیمینار برائے
STUDY IN U.K
UNIVERSITY OF DUNDEE
جو طالب علم U.K میں تعلیم کے لئے خواہشمند ہیں ان کے لئے سیمینار کا اہتمام کیا جا رہا ہے جس میں U.K سے یونیورسٹی کے نمائندے Mr.Christopher Bostin تشریف لا رہے ہیں جو طالب علموں کو داخلہ جات کے متعلق معلومات اور راہنمائی کریں گے۔ تمام طالب علموں اور والدین اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور وقت پر تشریف لائیں سیمینار کا وقت اور مقام درج ذیل ہے۔ واضح رہے کہ یہ یونیورسٹی 1881ء میں بنی تھی اور U.K میں Top کی یونیورسٹیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے اور اس میں پہلے سے کافی تعداد میں احمدی طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

Islamabad	Islamabad Hotel(Old Holiday inn) "Meeting Room"	25th Feb- Wednesday & 26th Feb- Tuesday	03:00pm-7:00pm
Rabwah	Hall- Khudam UL Ahmadiyya Maqami	Sunday- 1st March	03:30pm-7:00pm
Lahore	Hotel Pearl Continental "Board Room-E"	28th Feb- Saturday & 2nd March-Monday	11:00 am-6:00pm & 03:00pm-6:00pm

Education Concern ® Mr. Farrukh Luqman
67-C, Faisal Town, Lahore. Mob:0302-8411770,0425162310

ربوہ میں طلوع وغروب 25۔فروری	
طلوع فجر	5:14
طلوع آفتاب	6:39
زوال آفتاب	12:22
غروب آفتاب	6:05

فیوچر لیس اکیڈمی ربوہ
داخلہ برائے جونیئر و سینئر نرسری جاری ہے
0332-7057097,047-6213194

ذہنی پریشانی، اٹھرا، بواسیر، شوگر، گرمی، کمزوری اور خارش وغیرہ کیلئے
حکیم منور احمد عزیز چک چٹھہ والے
0334-6201283 دارالفتوح شرقی گلی نمبر 1 ربوہ 6214029

خالص سونے کے ساتھ چاندی میں مکمل ورائٹی
منور جیولرز
ملک مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ
0321-7709883
047-6211883

آزمائشی کورس فری
بفضل خدا ہمارے ہاں درج ذیل امراض کا مستقل علاج موجود ہے آزمائشی کورس مفت حاصل کریں افاقہ ہو تو مکمل کورس کریں۔
دمہ۔ جوڑوں کا درد، ہائی بلڈ پریشر، قبض، گیس، بواسیر
ہر قسم کے طبی مسائل ذہن میں حل کر کے مفت مشورہ حاصل کریں
ڈاکٹر نذیر احمد مظہر (کینیڈین کوالیفائیڈ ڈاکٹر آف نیچرل میڈیسن)
مظہر ہسپتال احمد نگر ربوہ 35460
فون: 047-6211544,0334-6372686
فون کینیڈین کلینک: 416-832-7056
ویب سائٹ: www.drmazhar.com
ای میل: drmazharca@yahoo.com

الفضل روم کولر گیزر
بھاری چادر کے لائف ٹائم گارنٹی کے ساتھ گیزر تیار کروائیں نیز پرانا گیزر بھی تبدیل کروا سکتے ہیں۔
فیکٹری: 265-16-B1 کالج روڈ نزد اکبر چوک ٹاؤن شپ لاہور
042-5114822-5118096

FD-10